دعوتِ اسلامی کو روکنے کے لیے قریش کی تدبیریں

(۲)

۳۔ قریش کی چھچھوری اور ذلیل حرکات

حضورؐ کے خلاف قریش کے لوگ جو حرکات کر رہے تھے ان میں سے بعض نہایت ذلیل اور چھچھوری تھیں جن سے مقصود آپ کی دل شکنی کرنا اور آپ کو تنگ کرنا تھا۔

حضرت زینبؓ کو طلاق دلوانے کی کوشش ان میں سے ایک حرکت یہ تھی کہ قریش کے لوگوں نے حضورؐ کے داماد ابو العاص بن الربیع پر دباؤ ڈالا کہ وہ آپؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو بھی اُسی طرح طلاق دے دیں جس طرح ابو لہب نے اپنے بیٹوں سے آپؐ کی صاحبزادیوں حضرت رُقَیَّہؓ اور اُمّ کلثومؓ کو طلاق دلوائی تھی۔ یہ ابو العاص، بنی عبد العُزّٰی بن عبد شمس میں سے تھے، ان کی ماں ہالہ بنت خُوَیلِد حضرت خدیجہؓ کی بہن تھیں، مکّہ کے بڑے لوگوں میں سے تھے، اپنے مال، اپنی تجارت اور اپنی امانت کے لحاظ سے ان کا شمار شہر کے گنے چنے لوگوں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے حضرت زینبؓ کے ساتھ ان کا نکاح ہو چکا تھا اور حضرت خدیجہؓ ان کو بالکل اپنے بیٹے کی طرح سمجھتی تھیں۔ نبوت کے بعد اگرچہ یہ مسلمان نہ ہوئے اور اپنے شرک ہی پر قائم رہے لیکن انہوں نے قریش کے کسی دباؤ کو قبول نہ کیا اور حضرت زینبؓ کو طلاق دینے سے صاف انکار کر دیا[۱]۔ بَلاذُری نے اَنساب الأشراف میں لکھا ہے کہ سردارانِ قریش نے ان سے کہا تم زینب کو طلاق دے دو، قریش کی جس عورت کو تم پسند کرو اس سے ہم تمہاری شادی کرائے دیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا "خدا کی قسم میں اپنی بیوی کو نہیں چھوڑوں گا وہ بہترین بیوی ہے"۔ یہی بات طَبَری اور ابن ہِشام نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے لکھی ہے اور مزید یہ بھی بیان کیا ہے کہ قریش کے لوگ ابو لہب کے بیٹے عُتْبَہ کے پاس گئے اور کہا کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو چھوڑ دے، قریش کی جس عورت

---

[۱] واضح رہے کہ حضرت زینبؓ اپنی والدۂ ماجدہ کے ساتھ ہی مسلمان ہو چکی تھیں، لیکن چونکہ اُس زمانہ میں مشرک و مومن کے درمیان نکاح کی حرمت کا کوئی حکم نہ آیا تھا اس لیے وہ ابو العاص کے نکاح میں رہیں۔

سے تو چاہے گا ہم تیری شادی کر دیں گے۔ اس نے کہا کہ تم سعید بن عاص کی یا اس کے بیٹے اَبان کی لڑکی مجھے دلوا دو تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ چنانچہ اُس کی مرضی کی لڑکی اسے دلوا دی گئی اور اس نے حضورؐ کی صاحبزادی کو طلاق دے دی قبل اس کے کہ رخصتی کی نوبت آتی۔

آپ کے صاحبزادے کی وفات پر اظہارِ مسرت اس سے بھی زیادہ کمینہ حرکت یہ تھی کہ حضورؐ کے پہلے صاحبزادے القاسمؓ کے کم سنی میں وفات پا جانے کے بعد جب آپ کے دوسرے صاحبزادے عبداللہؓ کا بھی کم سنی ہی میں انتقال ہو گیا تو قریش کے لوگوں نے آپ کے ساتھ اُس ہمدردی کا اظہار بھی نہ کیا جو شرافت و انسانیت کا کم سے کم تقاضا تھا، بلکہ اُلٹی اس پر خوشیاں منائیں اور آپ کو اَبتر کہنا شروع کر دیا، یعنی "جڑ کٹا آدمی جس کے بعد اس کا کوئی نام لیوا نہ ہو۔"

حضرت عبداللہؓ بن عباس سے ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسمؓ تھے، ان سے چھوٹی حضرت زینبؓ تھیں، ان سے چھوٹے حضرت عبداللہؓ تھے۔ پھر علی الترتیب تین صاحبزادیاں امّ کلثومؓ، فاطمہؓ اور رقیہؓ تھیں۔ ان میں سے پہلے حضرت قاسمؓ کا انتقال ہوا۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے بھی وفات پائی۔ اس پر عاص بن وائل نے کہا "اُن کی نسل ختم ہو گئی، اب وہ اَبتر ہیں" (یعنی اُن کی جڑ کٹ گئی ہے)۔ بعض روایات میں اس پر مزید اضافہ یہ ہے کہ عاص نے کہا ان محمدًا ابتر، لا ابن لہٗ یقوم مقامہٗ بعدہٗ فاذا مات انقطع ذکرہٗ واسترحتم منہٗ۔ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابتر ہیں، ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بنے۔ جب وہ مر جائیں گے تو تمہارا ان سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔" عبد بن حمید نے ابن عباسؓ سے جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے صاحبزادے عبداللہ کی وفات پر ابوجہل نے بھی ایسی ہی باتیں کہی تھیں۔ شمر بن عطیہؒ سے ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ حضورؐ کے اس غم پر خوشی مناتے ہوئے ایسے ہی کمینہ پن کا مظاہرہ عُقبہ بن ابی مُعیط نے بھی کیا تھا۔ عطاء کہتے ہیں کہ جب حضورؐ کے دوسرے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو حضورؐ کا اپنا چچا ابولہب (جس کا گھر بالکل حضورؐ کے گھر سے متصل تھا) دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو یہ "خوشخبری" دی کہ بَتِرَ محمدٌ اللیلۃ۔ "آج رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لاولد ہو گئے، یا اُن کی جڑ کٹ گئی۔"

یہ تھے وہ انتہائی دل شکن حالات جن میں سورۂ کوثر حضورؐ پر نازل کی گئی۔ قریش اس لیے آپ سے بگڑے تھے کہ آپ صرف اللہ ہی کی بندگی و عبادت کرتے تھے اور ان کے شرک کو آپ نے علانیہ رد کر دیا تھا۔ اسی

وجہ سے پوری قوم میں جو مرتبہ و مقام آپ کو نبوت سے پہلے حاصل تھا وہ آپ سے چھین لیا گیا اور آپ گویا برادری سے کاٹ پھینکے گئے تھے۔ آپ کے چند مٹھی بھر ساتھی بھی سب بے یار و مددگار تھے اور مارے کھدیڑے جا رہے تھے۔ اس پر مزید آپ پر ایک کے بعد ایک بیٹے کی وفات سے غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اس موقع پر عزیزوں، رشتہ داروں، قبیلے اور برادری کے لوگوں اور ہمسایوں کی طرف سے ہمدردی و تعزیت کے بجائے وہ خوشیاں منائی جا رہی تھیں اور وہ باتیں بنائی جا رہی تھیں جو ایک ایسے شریف انسان کے لیے دل توڑ دینے والی تھیں جس نے اپنے تو اپنے، غیروں تک سے ہمیشہ انتہائی نیک سلوک کیا تھا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر میں فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ "اے نبیؐ، تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے" یہ محض کوئی "جوابی حملہ" نہ تھا بلکہ درحقیقت یہ قرآن مجید کی بڑی اہم پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی تھی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی اس وقت لوگ حضورؐ ہی کو ابتر سمجھ رہے تھے اور کوئی تصوّر بھی نہ کرسکتا تھا کہ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار کیسے ابتر ہو جائیں گے جو نہ صرف مکہ میں بلکہ پورے ملک عرب میں نامور تھے، کامیاب تھے، مال و دولت اور اولاد ہی کی نعمتیں ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ سارے ملک میں جگہ جگہ ان کے اعوان و انصار موجود تھے۔ تجارت کے اجارہ دار اور حج کے منتظم ہونے کی وجہ سے تمام قبائل عرب سے ان کے وسیع تعلقات تھے۔ لیکن چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ حالات بالکل پلٹ گئے۔ یا تو وہ وقت تھا کہ غزوۂ احزاب ۵ھ ہجری کے موقع پر قریش بہت سے عرب اور یہودی قبائل کو لے کر مدینے پر چڑھ آئے تھے اور حضورؐ کو محصور ہو کر، شہر کے گرد خندق کھود کر مدافعت کرنی پڑی تھی۔ یا تین ہی سال بعد وہ وقت آیا کہ ۸ھ ہجری میں جب آپ نے مکہ پر چڑھائی کی تو قریش کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا اور انہیں بے بسی کے ساتھ ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اس کے بعد ایک سال کے اندر پورا ملکِ عرب حضورؐ کے ہاتھ میں تھا، ملک کے گوشے گوشے سے قبائل کے وفود آ کر بیعت کر رہے تھے، اور آپ کے دشمن بالکل بےبس اور بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے تھے۔ پھر وہ ایسے بے نام و نشان ہوئے کہ اُن کی اولاد اگر دنیا میں باقی رہی بھی تو ان میں سے آج کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ ابوجہل یا ابولہب یا عاص بن وائل یا عُقبہ بن ابی مُعیط وغیرہ اعدائے اسلام کی اولاد میں سے ہے اور جانتا بھی ہو تو کوئی یہ کہنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ اس کے اسلاف یہ لوگ تھے۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر آج دنیا بھر میں درود بھیجا جا رہا ہے۔ کروڑوں مسلمانوں کو آپ سے نسبت پر فخر ہے۔ لاکھوں انسان آپ ہی سے نہیں بلکہ آپ کے خاندان اور آپ کے ساتھیوں کے خاندانوں سے انتساب کو باعثِ عزو شرف سمجھتے ہیں۔

کوئی سید ہے، کوئی علوی ہے، کوئی عباسی ہے، کوئی ہاشمی ہے، کوئی صدیقی ہے، کوئی فاروقی، کوئی عثمانی، کوئی زبیری اور کوئی انصاری۔ مگر نام کو بھی کوئی ابوجہلی یا ابولہبی نہیں پایا جاتا۔ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ ابتر حضورؐ نہیں بلکہ آپ کے دشمن ہی تھے اور ہیں۔

قرآن کی آواز سنتے ہی شور مچا دینا ایک اور ذلیل حرکت جو انہوں نے اختیار کر رکھی تھی وہ یہ تھی کہ جب قرآن پڑھا جاتا تو وہ شور مچاتے اور ہر طرف سے دوڑ پڑتے تھے تاکہ اسے نہ خود سنیں نہ دوسروں کو سننے دیں۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا گیا ہے،

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا	یہ منکرینِ حق کہتے ہیں اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور
الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ	جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ
(حٰمٓ السجدہ۔ آیت ۲۶)	اس طرح تم غالب آجاؤ۔

یہ کفارِ مکہ کے اُن منصوبوں میں سے ایک تھا جس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کو ناکام کرنا چاہتے تھے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ قرآن اپنے اندر کس بلا کی تاثیر رکھتا ہے، اور اس کو سنانے والا کس پائے کا انسان ہے، اور اس شخصیت کے ساتھ اس کا طرزِ ادا کس درجہ مؤثر ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایسے عالی مرتبہ شخص کی زبان سے اس دل کش انداز میں اس بے نظیر کلام کو جو سنے گا وہ آخر کار گھائل ہو کر رہے گا۔ اس لیے انہوں نے یہ پروگرام بنایا کہ اس کلام کو نہ خود سنو، نہ کسی کو سننے دو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی اسے سنانا شروع کریں، شور مچاؤ، تالی پیٹ دو، آوازے کسو، اعتراضات کی بوچھاڑ کر دو، اور اتنی آواز بلند کرو کہ اُن کی آواز اس کے مقابلے میں دب جائے۔ اس تدبیر سے وہ یہ اُمید رکھتے تھے کہ اللہ کے نبی کو شکست دے دیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ	پس اے نبیؐ کیا بات ہے کہ یہ منکرین دائیں اور
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۔	بائیں سے گروہ در گروہ تمہاری طرف دوڑے چلے
(المعارج آیات ۳۶، ۳۷)	آتے ہیں؟

یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ اور تلاوتِ قرآن کی آواز سن کر مذاق اڑانے اور آوازے کسنے کے لیے چاروں طرف سے دوڑ پڑتے تھے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ	اور اپنی نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور
بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ	نہ بہت پست آواز سے۔ اِن دونوں کے درمیان

سَبِيْلًا (بنی اسرائیل - ۱۱۰) اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔

مسند احمد میں ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مکّہ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے گھر میں یا دارِ اَرقم میں) نماز پڑھتے وقت بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے تو کفار شور مچانے لگتے اور بسا اوقات گالیوں کی بوچھاڑ کر دیتے تھے۔ اس پر حکم ہوا کہ نہ تو اِتنے زور سے پڑھو کہ کفار سن کر ہجوم کر آئیں اور نہ اس قدر آہستہ پڑھو کہ تمہارے اپنے ساتھی بھی نہ سُن سکیں۔

قرآن کو اُلٹے معنی پہنا کر لوگوں کو بہکانا کفارِ مکّہ کی اس تدبیر کا ذکر بھی قرآن مجید میں کیا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (حٰمٓ السجدہ، آیت ۴۰)

جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ خود ہی سوچ لو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہوگا؟ کرتے رہو جو کچھ تم چاہو، تمہاری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

الحاد کے معنی ہیں انحراف، سیدھی راہ سے ٹیڑھی راہ کی طرف مُڑ جانا، کج روی اختیار کرنا۔ اللہ کی آیات میں الحاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سیدھی بات میں سے ٹیڑھ نکالنے کی کوشش کرے۔ آیات الٰہی کا ایک صحیح اور صاف مطلب تو نہ لے، باقی ہر طرح کے غلط معنی ان کو پہنا کر خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے۔ کفارِ مکّہ قرآن مجید کی دعوت کو زک دینے کے لیے جو چالیں چل رہے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کی آیات سُن کر جاتے اور پھر کسی آیت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر کسی آیت میں لفظی تحریف کر کے، کسی فقرے یا لفظ کو غلط معنی پہنا کر طرح طرح کے اعتراضات جڑتے اور لوگوں کو بہکاتے پھرتے تھے کہ لو سُنو، آج ان نبی صاحب نے کیا کہہ دیا ہے۔

مسلمانوں کو فضول بحثوں میں اُلجھانا قرآن مجید میں کفار کے اس رویّہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الشوریٰ - آیت ۱۶)

اللہ کی دعوت پر لبیک کہے جانے کے بعد جو لوگ (لبیک کہنے والوں سے) اللہ کے دین کے معاملے میں جھگڑے کرتے ہیں اُن کی حجت بازی اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے۔

یہ اشارہ ہے اُس صورتِ حال کی طرف جو مکّے میں اُس وقت آئے دن پیش آ رہی تھی۔ جہاں کسی کے متعلق لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے، ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے، نہ تو اس کی جان ضیق میں کیے رکھتے، نہ گھر میں اسے چین لینے دیا جاتا نہ محلے اور برادری میں۔ جہاں بھی وہ جاتا ایک نہ ختم ہونے والی بحث چھڑ جاتی جس کا مدعا یہ ہوتا کہ کسی طرح وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر اُسی جاہلیت کی طرف پلٹ آئے جس سے وہ نکلا ہے۔

مسلمانوں کی تضحیک و تذلیل قرآن مجید میں کفار کے اس رویّے کا بھی ذکر کیا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ - وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ - وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ -

(المطففین۔ آیات ۲۹ تا ۳۳)

مجرم لوگ ایمان لانے والوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر ان کی طرف اشارے کرتے تھے، اور جب اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے، اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

مزے لیتے ہوئے پلٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جب وہ اپنے گھروں کی طرف جاتے تو یہ خیال کرتے ہوئے جاتے تھے کہ آج تو مزا آ گیا، ہم نے فلاں مسلمان کا مذاق اُڑا کر اور اس پر آوازے اور پھبتیاں کس کر خوب لطف اُٹھایا اور لوگوں میں اس کی اچھی گت بنی۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں حضرت عُروہ بن زبیر کی روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمارؓ بن یاسر، خبابؓ بن الارت، صُہیبؓ بن سنان، بلالؓ بن رباح، ابو فُکیہہؓ اور عامرؓ بن فُہیرہ جیسے لوگوں کو قریش کے سردار مسجد حرام میں بیٹھے دیکھتے تھے تو مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ ہیں اس شخص کے ساتھی، کیا ہمارے درمیان صرف یہی لوگ اللہ کے فضل کے مستحق رہ گئے تھے؟

ناواقف لوگوں کو غلط فہمیوں میں ڈالنا اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ

اور جب کوئی ان سے پوچھتا ہے کہ تمہارے رب نے یہ کیا چیز نازل کی ہے، تو کہتے ہیں "اجی وہ تو

اَلْاَوَّلِیْنَ (النحل آیت ۲۴) اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا چرچا جب اطراف و اکناف میں پھیلا تو مکّے کے لوگ جہاں کہیں جاتے تھے ان سے پوچھا جاتا تھا کہ تمہارے ہاں جو صاحب نبی بن کر اُٹھے ہیں وہ کیا تعلیم دیتے ہیں؟ قرآن مجید کس قسم کی کتاب ہے؟ اس کے مضامین کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے سوالات کا جواب کفارِ مکّہ ہمیشہ ایسے الفاظ میں دیتے تھے جن سے سائل کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی کتاب کے متعلق کوئی نہ کوئی شک بیٹھ جائے، یا کم از کم اُس کو آپ سے اور آپ کی نبوت کے معاملے سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہے۔

۴۔ "ثقافتی" پروگرام

اِن گھٹیا تدبیروں کے علاوہ ایک اور تدبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو زک دینے کے لیے یہ بھی سوچی گئی کہ لوگوں کو قصوں کہانیوں اور گانے بجانے اور عیش و عشرت میں غرق کر کے اِس قابل ہی نہ رکھا جائے کہ وہ اُن سنجیدہ مسائل کی طرف توجہ کر سکیں جو قرآن مجید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے پیش فرما رہے تھے۔

ابنِ ہشام نے سیرت میں محمد ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ بنی عبدالدار کے نَضر بن الحارث بن کَلَدَہ نے قریش کے ایک مجمع میں کہا "تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ جس طرح کر رہے ہو اس سے کام نہ چلے گا۔ وہ جب تمہارے درمیان نوعمر جوان تھا تو تمہارا سب سے زیادہ خوش اطوار آدمی تھا۔ سب سے زیادہ سچا اور سب سے بڑھ کر امین سمجھا جاتا تھا۔ اب کہ اس کے بال سفید ہونے کو آگئے اور وہ تمہارے پاس وہ چیز لے کر آیا جو وہ لایا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ ساحر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، مجنون ہے۔ بخدا وہ ساحر نہیں ہے۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے اور ان کی جھاڑ پھونک سے ہم واقف ہیں۔ بخدا وہ کاہن بھی نہیں ہے۔ ہم نے کاہنوں کی تُک بندیاں سُنی ہیں اور جیسی گول مول باتیں وہ کیا کرتے ہیں اُن کا ہمیں علم ہے۔ بخدا وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ شعر کی تمام اصناف سے ہم واقف ہیں اور اس کا کلام ان میں سے کسی صنف میں نہیں آتا۔ بخدا وہ مجنون بھی نہیں ہے مجنون کی جو حالت ہوتی ہے اور جیسی بے تُکی بڑ وہ ہانکتا ہے کیا اس سے ہم بے خبر ہیں؟ اے سردارانِ قریش، کچھ اور بات سوچو۔ جس چیز کا مقابلہ تمہیں درپیش ہے وہ اِس سے زیادہ بڑی ہے کہ یہ باتیں بنا کر تم اسے شکست دے سکو"۔ اس کے بعد اس نے یہ تجویز پیش کی کہ عجم سے رستم و اسفندیار کے قصے لا کر پھیلائے جائیں تاکہ لوگ ان میں دلچسپی لینے لگیں اور وہ انہیں قرآن مجید سے زیادہ عجیب معلوم ہوں۔ چنانچہ کچھ دنوں اس پر عمل کیا گیا

اور خود نضرؓ نے داستان گوئی شروع کر دی۔

یہی روایت اسباب النزول میں واحدی نے کلبی اور مقاتل سے نقل کی ہے۔ اور ابن عباسؓ نے اس پر مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ نضر نے اس مقصد کے لیے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھیں۔ جس کسی کے متعلق وہ سنتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے متأثر ہو رہا ہے اُس پر اپنی کوئی لونڈی مسلط کر دیتا اور اس سے کہتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا سنا تاکہ تیرے ساتھ مشغول ہو کر اس کا دل اُدھر سے ہٹ جائے۔

۵۔ جھوٹ کی مہم اور اس کے اثرات

اِن تدبیروں کے ساتھ قریش نے حضورؐ کی دعوتِ عام شروع ہوتے ہی ہر طرف آپ کے خلاف جھوٹ کی ایک مہم بھی چلا دی تاکہ لوگوں کو آپ سے بدگمان اور متنفر کیا جائے۔ اس مہم میں چونکہ صداقت کا کوئی سوال نہ تھا بلکہ محض بدنام کرنا اور لوگوں کو آپ سے دُور بھگانا مقصود تھا اس لیے جس کے منہ میں جو آتا وہ کہتا پھرتا۔ کوئی کہتا کہ آپ شاعر ہیں۔ کوئی کہتا ساحر (جادوگر) ہیں۔ کوئی کہتا سحر زدہ ہیں یعنی کسی نے آپ پر جادو کر دیا ہے۔ کوئی کہتا کہ آپ مجنون ہیں۔ غرض کوئی ایک بات نہ تھی جو لوگ آپ کے متعلق کہتے ہوں۔ یہ چرچے نہ صرف مکہ کے ہر گلی کوچے میں کیے جاتے تھے بلکہ اسی قسم کی باتیں ہر اس شخص سے کی جاتی تھیں جو مکہ میں زیارت یا تجارت یا کسی اور غرض سے آتا تھا اور کوشش کی جاتی تھی کہ کوئی آپ کی بات کسی طرح سننے ہی نہ پائے جس سے اس کے متأثر ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

پہلے حج کے موقع پر قریش کی مشاورت چند مہینے اس حال پر گذرے تھے کہ حج کا زمانہ آ گیا اور مکے کے لوگوں کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس موقع پر تمام عرب سے حاجیوں کے قافلے آئیں گے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قافلوں کی قیام گاہوں پر جا جا کر آنے والے حاجیوں سے ملاقاتیں کیں اور حج کے اجتماعات میں جگہ جگہ کھڑے ہو کر قرآن جیسا بے نظیر اور مؤثر کلام سنانا شروع کر دیا، تو عرب کے ہر گوشے تک ان کی دعوت پہنچ جائے گی اور نہ معلوم کون کون اس سے متأثر ہو جائے۔ ابن اسحاق، حاکم اور بیہقی نے عمدہ سند کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ اس موقع پر قریش کے سرداروں نے ایک کانفرنس کی جس میں طے کیا گیا کہ حاجیوں کے آتے ہی اُن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا جائے۔ اس پر اتفاق ہو جانے کے بعد ولید بن مغیرہ نے حاضرین سے کہا کہ اگر آپ لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق مختلف باتیں لوگوں سے کہیں تو ہم سب کا

اعتبار رجاتا رہے گا۔ اس لیے کوئی ایک بات طے کر لیجیے جسے سب بالاتفاق کہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کاہن کہیں گے۔ ولید نے کہا نہیں، خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہیں، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، جیسی باتیں وہ گنگناتے ہیں اور جس طرح کے فقرے وہ جوڑتے ہیں، قرآن کو اس سے دُور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ کچھ اور لوگ بولے، انہیں مجنون کہا جائے۔ ولید نے کہا وہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ ہم نے دیوانے اور پاگل دیکھے ہیں۔ اس حالت میں آدمی جیسی بہکی بہکی باتیں اور اُلٹی سیدھی حرکات کرتا ہے وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ کون باور کرے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ دیوانے کی بڑ ہے یا جنون کے دورے میں آدمی یہ باتیں کر سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا اچھا تو پھر ہم شاعر کہیں گے۔ ولید نے کہا، وہ شاعر بھی نہیں ہیں۔ ہم شعر کی ساری اقسام سے واقف ہیں۔ اس کلام پر شاعری کی کسی قسم کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا۔ لوگ بولے، تو پھر ان کو ساحر کہا جائے گا۔ ولید نے کہا وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ جادوگروں کو ہم جانتے ہیں اور اپنے جادو کے لیے جو طریقے وہ اختیار کرتے ہیں ان سے بھی ہم واقف ہیں۔ یہ بات بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چسپاں نہیں ہوتی۔ پھر ولید نے کہا ان باتوں میں سے جو بات بھی کرو گے لوگ اس کو ناروا الزام سمجھیں گے۔ خدا کی قسم اِس کلام میں بڑی حلاوت ہے۔ اِس کی جڑ بڑی گہری اور اس کی ڈالیاں بڑی ثمردار ہیں۔ (ابن جریر نے اپنی تفسیر میں عکرمہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے کہ اِس پر ابوجہل ولید کے سر ہوگیا اور اس نے کہا تمہاری قوم تم سے راضی نہ ہوگی جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کوئی بات نہ کہو)۔ ولید نے کہا اچھا مجھے سوچ لینے دو۔ پھر سوچ سوچ کر بولا قریب ترین بات جو کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم عرب کے لوگوں سے کہو یہ شخص جادوگر ہے، یہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے جو آدمی کو اُس کے باپ، بھائی، بیوی بچوں اور سارے خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ ولید کی اس بات کو سب نے قبول کر لیا۔ پھر ایک منصوبے کے مطابق حج کے زمانے میں قریش کے وفود حاجیوں کے درمیان پھیل گئے اور انہوں نے آنے والے زائرین کو خبردار کرنا شروع کیا کہ یہاں ایک ایسا شخص اُٹھ کھڑا ہوا ہے جو بڑا جادوگر ہے اور اس کا جادو خاندانوں میں تفرقہ ڈال دیتا ہے، اس سے ہوشیار رہنا۔

اِس واقعہ پر قرآن کا تبصرہ ولید بن مغیرہ کی اِسی حرکت پر سورۂ مُدّثّر آیات ۱۱ تا ۲۵ میں یہ تبصرہ فرمایا گیا ہے،

"چھوڑ دو مجھے اور اُس شخص کو"۔ یعنی اُس سے میں ہی نمٹ لوں گا، تمہیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔ "جسے میں نے اکیلا پیدا کیا"۔ یعنی وہ کچھ ساتھ لے کر دنیا میں نہیں آیا تھا۔ "بہت سا مال اس کو دیا اور اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیے"۔ یعنی اس کو دس بارہ جوان جوان بیٹے دیے، جو سب نامور ہیں، مجلسوں میں اس کے ساتھ رہتے

ہیں۔ (خالد بن ولید جیسے لائق فرزند بھی ان میں شامل تھے) ۔" اور اُس کے لیے ریاست کی راہ ہموار کی۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں۔ میں تو عنقریب اُسے ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا۔ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی۔ تو خدا کی مار اُس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں خدا کی مار اُس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ آخر کار بولا تو یہ کہ قرآن کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔"

اُوپر جس واقعہ کا ہم ذکر کر چکے ہیں اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ولید دل میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا قائل ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اپنی قوم میں اپنی ریاست و وَجاہت کو بچانے کے لیے اپنے ضمیر سے جس طرح وہ لڑا، اور جس شدید ذہنی کشمکش میں کافی دیر تک مبتلا رہنے کے بعد آخر کار اُس نے قرآن کے خلاف ایک بات بنائی اس کی تصویر ان آیات میں کھینچ دی گئی ہے۔

دائمی اور وسیع پیمانے پر جھوٹ یہ جھوٹ کی مہم صرف حج ہی کے موقع پر نہیں چلتی تھی بلکہ سال کے بارہ مہینے، اور مہینوں کے ۳۰ دن شب و روز اس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ مکّہ کے عوام کو بھی ہر وقت آپ کے خلاف بہکایا جاتا تھا، باہر سے آنے والوں کو بھی آپ سے خبردار رہنے اور آپ کے قریب نہ جانے کی تاکید کی جاتی تھی، عرب کے میلوں، عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز میں بھی قریش کے وفود پھیل جاتے تھے اور آپ کے خلاف ہر طرح کے وسوسے دلوں میں ڈالتے تھے، اور خاص طور سے ہر سال حج کے موقع پر توان کے وفد حاجیوں کے ایک ایک پڑاؤ پر جاتے اور ہر وہ ممکن بات آپ کی مخالفت میں پھیلاتے تھے جس سے لوگ آپ کی بات سننے سے پرہیز کرنے لگیں اور آپ کی ذات کو اپنے لیے ایک خطرہ سمجھنے لگیں۔

مکّہ سے باہر اسلام کی اشاعت قریش اپنے نزدیک یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح وہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن کو زک دے دیں گے، لیکن دراصل اِس طرح انہوں نے خود ہی عرب کے گوشے گوشے تک آپ کا اسمِ گرامی پہنچا دیا۔ آپ کی جتنی شہرت مسلمانوں کی کوششوں سے سالہا سال میں بھی نہ ہو سکتی تھی وہ قریش کی اس مہم سے تھوڑی مدت ہی میں ہو گئی۔ عام لوگ چاہے اُس سے بدگمان ہی ہو گئے ہوں، مگر بہت سے دلوں میں آپ سے آپ یہ سوال پیدا ہو گیا کہ آخر معلوم تو ہو وہ کونسا ایسا آدمی ہے جس کے خلاف یہ طوفان برپا ہو رہا ہے، اور بہت سے لوگوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ وہ بات سُنی تو جائے جس سے ہم کو اتنا خوف دلایا جا رہا ہے۔ اس طرح مکّہ سے باہر عرب کے دوسرے علاقوں میں اسلام کے پہنچنے کا راستہ کھل گیا۔

طُفَیلؓ بن عمرو دَوسی کا اسلام | یہ قبیلۂ دَوس کے ایک بڑے سردار اور اس کے اشراف میں سے تھے - ابن اسحاق اور ابن سعد نے ان کے اسلام لانے کا قصہ خود اُن کی روایت سے بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے - وہ کہتے ہیں کہ میں قبیلۂ دَوس کا ایک شاعر تھا - کسی کام سے مکے گیا - وہاں پہنچتے ہی قریش کے چند لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف خوب میرے کان بھرے ، یہاں تک کہ میں آپ سے سخت بدگمان ہوگیا اور میں نے طے کر لیا کہ آپ سے بچ کر ہی رہوں گا - دوسرے روز میں نے حرم میں حاضری دی تو آپ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے - میرے کانوں میں چند جملے جو پڑے تو میں نے محسوس کیا کہ یہ تو کوئی بڑا اچھا کلام ہے - میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایک شاعر ہوں ، جوان مرد ہوں ، عقل رکھتا ہوں ، کوئی بچہ نہیں ہوں کہ صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکوں ، آخر کیوں نہ اس شخص سے مل کر معلوم کروں کہ یہ کیا کہتا ہے - چنانچہ جب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز سے فارغ ہو کر واپس چلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا اور آپ کے مکان پر پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے متعلق مجھ سے یہ کچھ کہا تھا اور میں آپ سے اس قدر بدگمان ہو گیا تھا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی تاکہ آپ کی آواز نہ سننے پاؤں - لیکن ابھی جو چند کلمے میں نے آپ کی زبان سے سُنے ہیں وہ مجھے کچھ اچھے معلوم ہوئے - آپ مجھے ذرا تفصیل سے بتائیے آپ کیا کہتے ہیں - نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جواب میں مجھ کو قرآن مجید کا ایک حصہ سُنایا اور میں اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُسی وقت ایمان لے آیا - پھر جب میں گھر واپس گیا تو میرے بوڑھے باپ آئے - میں نے کہا ابا جان مجھ سے دُور رہیے - نہ میں آپ کا کوئی ہوں اور نہ آپ میرے کوئی - انہوں نے پوچھا کیوں ؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے دینِ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیروی اختیار کر لی ہے - انہوں نے کہا بیٹا جو تیرا دین سو میرا دین - میں نے کہا جا کر غسل کیجیے اور کپڑے پاک کیجیے ، پھر میرے پاس آئیے تاکہ میں آپ کو اُس دین کی تعلیم دوں جو میں سیکھ کر آیا ہوں - چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مسلمان ہو گئے - پھر میری بیوی آئی - میں نے اس سے بھی وہی بات کہی جو اپنے باپ سے کہی تھی - اس نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ، تم یہ کیا کہہ رہے ہو ؟ میں نے کہا میرے اور تیرے درمیان اسلام نے تفریق کر دی ہے اور میں دینِ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا پیرو ہو گیا ہوں - اس نے کہا تو مجھے اپنا دین بتاؤ - میں نے کہا " ذوالشَّریٰ (قبیلۂ دَوس کے بت) کے حِمیٰ[1] میں جا اور وہاں پہاڑ سے گرنے والے چشمے سے غسل کر -

[1] حِمیٰ اُس رقبہ کو کہتے ہیں جو کسی سردار ، رئیس یا دیوتا کے لیے مخصوص ہو ، اور جس میں داخل ہونا گویا اس کے مالک کا غضب مول لینا ہو

اُس نے کہا " ذوالشریٰ سے میرے بچوں کو تو کوئی خطرہ نہ ہوگا ؟ میں نے کہا " نہیں، میں اِس کا ذمہ لیتا ہوں" - وہ گئی اور غسل کر کے آگئی - میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ بھی مسلمان ہو گئی - پھر میں نے دَوس میں اسلام کی تبلیغ شروع کی - مگر وہ قبول کرنے میں مُتاَمّل تھے - میں حضورؐ کے پاس پھر مکّہ واپس آیا اور عرض کیا کہ دَوس پر غفلت طاری ہے جو میری راہ میں حائل ہو رہی ہے - آپ ان کے حق میں دُعا فرمائیں - حضورؐ نے دُعا فرمائی کہ خدایا دَوس کو ہدایت دے - اور مجھے نصیحت فرمائی کہ جا کر ان میں پھر تبلیغ کرو اور ان سے نرمی کے ساتھ برتاؤ کرو - چنانچہ میں دوس میں دعوت کا کام کرتا رہا یہاں تک کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر وہاں کے ۷۰ - ۸۰ مسلمان گھرانوں کو لے کر پہنچا -

حضرت ابوذرؓ غِفاری کا اسلام | یہ قبیلۂ بنی غِفار سے تھے جو رہزنی کے لیے مشہور تھا اور خود حضرت ابوذرؓ ایک زمانے میں ایسے زبردست ڈاکو تھے کہ اکیلے کسی قافلے پر اِس طرح جا پڑتے تھے جیسے کوئی درندہ ٹوٹ پڑا ہو - مگر اسلام لانے سے تین سال پہلے ان کا دل پلٹ گیا تھا اور انہوں نے کسی نہ کسی طرح کی نماز پڑھنی شروع کر دی تھی - مُسند احمد اور ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ " میں تین سال پہلے ہی سے اللہ کے لیے جس طرف بھی رُخ ہوتا نماز پڑھا کرتا تھا" ان کا اصل نام جُندُب بن جُنادَہ تھا - بخاری کی روایت ہے کہ جب ان کو حضورؐ کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو (جن کا نام مُسند احمد میں اُنَیس بیان کیا گیا ہے) بھیجا کہ مکّہ جا کر اس شخص کے متعلق معلومات حاصل کریں جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں - وہ گیا اور واپس آ کر اس نے اطلاع دی کہ وہ مکارمِ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو شعر نہیں ہے - حضرت ابوذرؓ نے کہا میں جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا وہ تم نہیں لائے - پھر وہ خود مکّہ گئے اور مسجدِ حرام میں حضورؐ کو تلاش کرنے لگے - مگر چونکہ آپ کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا بھی نہ چاہتے تھے، اس لیے مل نہ سکے - حضرت علیؓ نے ان کو دیکھا کہ یہ کوئی اجنبی مسافر ہیں، مگر اُن سے کوئی بات چیت نہ ہوئی - تیسرے دن حضرت علیؓ نے کہا کیا چیز تمہیں لائی ہے ؟ انہوں نے کہا کہ اگر تم وعدہ کرو کہ مجھے میرے مقصود تک پہنچا دو گے تو میں تمہیں بتاؤں کہ کیوں آیا ہوں - حضرت علیؓ نے وعدہ کیا، تب انہوں نے اپنا مقصد بیان کیا - حضرت علیؓ نے کہا وہ یقیناً حق پر ہیں اور اللہ کے رسول ہیں - کل صبح تم میرے پیچھے پیچھے آنا - اگر میں چلتا رہوں تو تم بھی چلتے رہنا اور جہاں میں داخل ہوں وہاں داخل ہو جانا - اور اگر میں نے کوئی ایسی بات دیکھی جس سے مجھے تمہارے حق میں خطرہ محسوس ہوا تو میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا جیسے پانی گرا رہا ہوں - یہ دیکھ کر تم رک جانا - غرض اس طرح حضرت ابوذرؓ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے، آپ کا کلام

سُنا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا "اب تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور لوگوں کو دین سے باخبر کرتے رہو، یہاں تک کہ تمہیں میرے حال کی اطلاع ملے"۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ جس خدا نے آپ کو بھیجا ہے اس کی قسم، میں اہلِ مکہ کے درمیان حق کا اظہار کر کے رہوں گا۔ چنانچہ وہ مسجدِ حرام میں پہنچے اور پکار کر کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ۔ یہ سنتے ہی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ وہ گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت عباسؓ ان کے اور لوگوں کے درمیان حائل ہو گئے اور کہا کم بختو، تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ یہ بنی غفار میں سے ہے جو تمہارے شام کے تجارتی راستے پر رہتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ابوذرؓ کو ان سے چھڑایا۔ دوسرے روز انہوں نے پھر یہی کیا، اور پھر لوگوں نے ان کو مارا اور پھر حضرت عباسؓ نے ان کو چھڑایا۔

امام احمد نے مسند میں خود حضرت ابوذرؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اور میرا بھائی اُنیس اور میری ماں مکے کے باہر ٹھیرے ہوئے تھے۔ انیس نے کہا میں ذرا مکہ ہو کر آتا ہوں، تم میرا انتظار کرو۔ پھر وہ بڑی دیر کے بعد آیا۔ تو میں نے پوچھا اتنی دیر کہاں لگی؟ اس نے کہا میں ایک شخص سے ملا جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے اسے اسی دین پر بھیجا ہے جو تمہارا دین ہے (یعنی شرک کا انکار اور توحید کا اقرار)۔ میں نے پوچھا کہ لوگ اسے کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے، کاہن ہے، ساحر ہے۔ اُنیس خود شاعر تھا۔ اس نے کہا میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں، اشعر بھی جانتا ہوں۔ مگر اس کی باتوں کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا کی قسم وہ سچا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔ میں نے کہا تم میرے پیچھے دیکھ بھال کرو گے تاکہ میں خود وہاں جاؤں؟ اس نے کہا، ہاں، مگر اہلِ مکہ سے ہوشیار رہنا کیونکہ وہ اس کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ میں مکہ پہنچا اور ایک شخص کو کمزور سا پا کر اس سے پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے جسے لوگ صابی (دین سے پھرا ہوا) کہتے ہیں؟ اس پر اس شخص نے میری طرف اشارہ کر دیا اور لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور جو ہاتھ میں آیا مجھ پر دے مارا یہاں تک کہ میں غش کھا کر گر پڑا۔ ہوش میں آکر حرم میں گیا۔ زمزم کا پانی پیا، زخم دھوئے، اور تیس دن تک کعبے کے پردوں کے پیچھے چھپا رہا۔ اس پوری مدت میں زمزم کے سوا میری کوئی غذا نہ تھی، جس سے نہ صرف یہ کہ میری بھوک مٹ جاتی تھی بلکہ میں پہلے سے کچھ زیادہ ہی موٹا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ حرم میں آئے، حجرِ اسود کو بوسہ دیا، طواف کیا اور نماز پڑھی۔ میں نے نکل کر پہلی مرتبہ اُن کو اسلامی طریقہ پر سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا علیك السلام

پھر پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا بنی غِفار میں سے ہوں۔ پوچھا یہاں کب سے ہو؟ میں نے کہا تیس شب و روز سے۔ پوچھا تمہیں کھلاتا کون تھا؟ میں نے کہا زمزم کے سوا میری کوئی غذا نہ تھی، اُس سے نہ صرف میری بھوک مٹی بلکہ میں کچھ موٹا ہی ہوگیا۔ آپ نے فرمایا وہ برکت والا پانی ہے اور پانی ہی نہیں غذا بھی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا مجھے اجازت دیجیے کہ آج رات یہ میرے ہاں کھانا کھائیں۔ حضورؐ نے اجازت دے دی۔ آپ تشریف لے گئے اور میں ابوبکرؓ کے ساتھ ان کے ہاں گیا اور انہوں نے مجھے طائف کی کشمش کھلائی۔ پھر میں کچھ مدت تک ٹھیرا رہا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا "مجھے ایک ایسی سرزمین کی طرف نشان دہی کی گئی ہے جہاں نخلستان ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ جگہ یثرب کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ کیا تم میرا پیغام اپنی قوم میں پہنچاؤ گے؟ شاید کہ وہ ان کو فائدہ بخشے اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے"۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں اپنے بھائی اور ماں کے پاس واپس پہنچا۔ انہوں نے پوچھا کیا کر آئے؟ میں نے کہا اسلام لے آیا اور تصدیق کی۔ انیس نے کہا میں بھی تمہارے دین سے الگ نہیں رہنا چاہتا، میں نے بھی اسلام قبول کیا اور تصدیق کی۔ ہماری ماں بولیں میں بھی تم دونوں کے دین سے الگ نہیں رہنا چاہتی۔ میں نے بھی اسلام قبول کیا اور تصدیق کی۔ اس کے بعد ہم اپنی قوم غِفار میں پہنچے اور ان میں سے کچھ لوگ حضورؐ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے۔ ان کو خُفاف بن اَیماء بن رَحضَۃ الغِفاری نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ وہی قوم کے سردار تھے۔ پھر ہجرت کے بعد باقی بنی غِفار بھی مسلمان ہوگئے۔ (مسلم نے بھی یہ قصہ اسی طرح روایت کیا ہے۔ طَبَرانی نے اَوسط میں اس قصے کی زیادہ تفصیلات نقل کی ہیں)۔

ابن سعد کی روایت میں بھی اگرچہ یہ قصہ اُسی طرح درج ہے جس طرح اُوپر گزرا مگر اس کے بیچ میں حضرت ابوذرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جب میں کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور مُطاف میں دو عورتوں کے سوا کوئی نہ تھا تو میں نے سُنا کہ وہ اِساف اور نائلہ کا ذکر کر رہی ہیں۔ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے کہا ان دونوں کا نکاح کرا دو۔ اس پر وہ بہت بگڑیں اور کہنے لگیں، کاش ہمارے آدمیوں میں سے کوئی یہاں ہوتا۔ اُدھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ پہاڑی سے اُترتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ یہ عورتیں شاید اُن کو جانتی نہ تھیں۔ انہوں نے پوچھا تم کیوں ناراض ہو رہی ہو۔ وہ کہنے لگیں ایک صابی (یعنی بد مذہب) کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اس نے تمہیں کیا کہا؟ کہنے لگیں ایسی بڑی بات کہہ دی جو منہ سے نکالنے کے قابل نہیں۔

عَمرو بن عَبَسہ سُلَمیؓ کا اسلام

یہ بنی سُلیم میں سے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ چوتھے مسلمان ہیں۔ مگر جو واقعہ انہوں نے

خود اپنے مسلمان ہونے کا بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی دعوتِ عام شروع ہونے کے بعد حضورؐ کا ذکر سُن کر مسلمان ہوئے تھے۔ ابن سعد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ عُکاظ کے بازار میں حضورؐ سے ملے اور وہیں مسلمان ہوئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضورؐ اُس وقت تبلیغی دورے شروع کر چکے تھے۔ دوسری روایت جو ابن سعد اور مسلم نے ابواُمامہ باہلی سے نقل کی ہے اس میں عمرو بن عَبَسہ رضؓ خود کہتے ہیں کہ میں جاہلیت میں لوگوں کو گمراہی پر سمجھتا تھا اور بتوں کو ہیچ خیال کرتا تھا۔ پھر میں نے سُنا کہ مکّہ میں ایک شخص ہے جو کچھ خبریں دیتا اور کچھ باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں مکّہ گیا اور میں نے دیکھا کہ حضورؐ چھپے ہوئے ہیں اور قوم آپ کے معاملہ میں دو حصّوں میں منقسم ہے۔ میں احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ آپ تک پہنچا اور آپ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نبی۔ میں نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا رسول۔ میں نے پوچھا کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا کس تعلیم کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ صرف اللہ کو معبود مانا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ بُتوں کو توڑ دیا جائے، اور صلۂ رحمی کی جائے۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا آزاد بھی ہیں اور غلام بھی۔ اس وقت ابوبکرؓ اور بلالؓ موجود تھے (اسی سے ان کو غلط فہمی ہوئی کہ چوتھے وہ ہیں)۔ میں نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ رہوں؟ آپ نے فرمایا اِس زمانے میں تم ایسا نہیں کر سکتے۔ جب تم سنو کہ میں ظاہر ہوگیا ہوں تو مجھ سے آملنا۔ چنانچہ میں اپنے لوگوں میں واپس چلا گیا۔

ضِماد الاَزدی رضؓ کا اسلام | یہ اَزدِ شَنُوآہ میں سے تھے اور جھاڑ پھونک کا کام کرتے تھے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن حجر اور حافظ ابن حبّان کا بیان ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں یہ حضورؐ کے دوست تھے۔ مسلم، نسائی، بیہقی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ مکہ آئے تو یہاں کے اوباشوں نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہوگئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں۔ شاید اللہ میرے ہاتھ سے ان کو شفا دے دے۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں جھاڑ پھونک کا کام کرتا ہوں اور میرے ہاتھ سے اللہ جس کو چاہتا ہے شفا دے دیتا ہے۔ آیئے میں آپ کا علاج کر دوں۔ حضورؐ نے پہلے کلمہ شہادت ادا کیا، پھر اللہ کی حمد کی اور اس کے بعد کچھ کلمات ارشاد فرمائے۔ ضماد کو یہ باتیں بہت پسند آئیں اور انہوں نے کہا پھر فرمایئے۔ آپ نے تین مرتبہ ان کا اعادہ کیا۔ ضماد نے کہا میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سُنا۔ میں نے کاہنوں کا کلام سُنا ہے، شاعروں کا کلام سنا ہے، ساحروں کا کلام سنا ہے، مگر ایسا کلام نہیں سنا۔ یہ تو سمندر کی تہ تک پہنچتا ہے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت ابوموسٰی اشعری رضؓ کا اسلام | یہ بھی یمن سے آکر مکّہ میں اسلام لائے۔ پھر واپس جاکر اپنے بھائیوں ابوبُردہ اور

ابو رُہم اور تقریباً ۵۰ آدمیوں کو مسلمان کیا۔ اس کے بعد یمن سے یہ سب مسلمان ایک کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے اور ہواؤں نے ان کو حبش کے ساحل پر لا پھینکا جہاں یہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور دوسرے مہاجرین سے مل گئے۔ یہ ابن سعد اور ابن عبدالبرؒ کا بیان ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ حبش نہیں گئے تھے بلکہ جب یہ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ان کی کشتی اُن مہاجرین حبشہ کی کشتی کے ساتھ مل گئی جو مدینہ کی طرف جا رہے تھے اور ایک ساتھ حضورؐ کے پاس خیبر پہنچے۔

مُعَیقِیبؓ بن ابی فاطمۃ الدّوسی کا اسلام | ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ بھی قبیلۂ دَوس کے تھے اور مکہ میں اسلام لائے۔ ایک روایت یہ ہے کہ مسلمان ہو کر یہ اپنے وطن واپس چلے گئے تھے اور دوسری روایت کے مطابق دوسری ہجرت حبشہ میں یہ بھی شامل تھے۔ ابن حجرؒ اور ابن عبدالبرؒ نے ان کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں شریک ہوئے تھے۔

جُعَالؓ بن سُراقہ | یہ بنی ضمرہ میں سے تھے۔ ابن سعد اور ابن عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ یہ بھی مکہ میں اسلام لائے۔

عبداللہؓ اور عبدالرحمانؓ کنانی | ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ دونوں بھائی بنی کنانہ کے ایک شخص لُہَیب کے بیٹے تھے اور انہوں نے بھی مکہ میں اسلام قبول کیا۔

بُرَیدہؓ بن الحُصَیب کا اسلام | ابن سعد اور ابن عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ یہ بنی خُزاعہ کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو خزاعہ کے خاندان سے الگ ہو گئی تھی۔ ہجرت کے وقت جب حضورؐ مکہ سے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے اس وقت غَمیم کے مقام پر یہ آپ سے ملے اور ان کے ساتھ ۸۰ گھرانوں نے اسلام قبول کیا۔ یہی ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے سے یہ لوگ اسلام سے متاثر ہو چکے تھے، ورنہ ظاہر ہے کہ محض سفر میں چلتے چلتے ایک ہی ملاقات کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اتنے گھر مسلمان ہو جائیں۔

یہ چند مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے اگرچہ حضورؐ کے خلاف جھوٹ کی مہم چلا کر پورے عرب کے لوگوں کو آپ سے بدظن کر دینے کی کوشش میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی، لیکن اس ذریعہ سے نہ صرف یہ کہ انہوں نے خود ہی آپؐ کو عرب میں مشہور کر دیا، بلکہ بہت سی سعید رُوحوں کو آپؐ کی طرف متوجہ بھی کر دیا۔ مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لوگ اسی مہم کی وجہ سے جستجوئے حق میں آپ کی طرف راغب ہوئے اور اس طرح مکہ سے باہر دوسرے قبائل میں اسلام پہنچ گیا۔ یہی بات ہے جس کے متعلق سورۂ الم نشرح میں فرمایا گیا ہے وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ یعنی آپؐ اس جھوٹے پروپیگنڈے سے دل برداشتہ کیوں ہوتے ہیں، ہم نے تو آپؐ کے دشمنوں ہی کے ذریعہ سے آپؐ کا آوازہ بلند کر دیا ہے۔

(باقی)